علامہ ابن سبکی اور حافظ عراقی کا احیاءعلوم الدین کی احادیث پر نقد کا تنقیدی مطالعہ

A CRITICAL STUDY OF THE CRITICISM ON HADITHS OF IHYA ULUM AL-DIN BY ALLAMA IBN SUBKI AND HAFIZ AL-IRAQI

محمد معاویہ * / ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن **

Abstract:
Al-Ghazali's Ihya al-ulum al-din (The Revival of the Religious Sciences) is considered one of the most important works in the field of theology, ethics and Sufism. It has gained a significant attention of scholars and became central work in Islamic revival literature. However, the Muhaddithin criticized the hadiths cited in the book. In this context, Taj al-Din ibn Subki (d.771 h) and Hafiz al-Iraqi (d.806 h) analyzed the traditions of Ihya. Their works are valuable contribution for the assessment and critical analysis of Ihya's hadiths. They determined the authenticity of these hadiths through application of the hadith methodology. They identified the flaws of these hadiths and categorized them into weak (daif) and fabricated (maudu). The present research aims to analyze the criticism of these scholars on Ihya's hadiths. It has been argued that the application of principle of riwah bil-mana (narration of the meanings of hadith) can significantly change the status of these alleged weak and fabricated hadiths that is significantly ignored by these scholars. This paper is meticulous effort to fill these gaps.
Key words: Muhammad b. Muhammad al Ghazali, Hafiz al-Iraqi, Ibn Subki, Hadith Methodology, Criticism. Ihya.

تعارف

"احیاءعلوم الدین" محمد بن محمد الغزالی (م:505/ 1111) کی زندۂ جاوید تصنیف ہے جس میں اسرارِ شریعت و طریقت، اخلاق و تصوف، فلسفہ و مذہب، حکمت و موعظت، اصلاحِ ظاہر و باطن، تزکیۂ نفس اور اسلامی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو قبولیت عامہ کا یہ مرتبہ حاصل رہا کہ ہر دور کے مشاہیر، علماء و صوفیاء اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور اسلامی لائبریری اپنی بے پناہ وسعت کے باوجود اس کتاب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حافظ عراقی "احیاء" کی حدیثوں کی تخریج کرنے سے قبل لکھتے ہیں: "حلال و حرام کی

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

پہچان میں یہ تصنیف اسلام کی سب سے بہترین تصنیف ہے، اس میں ظاہری احکام سے لے کر شریعت کی حکمتیں اور اسرار کو بہت خوبی کے ساتھ قابلِ فہم بنایا گیا ہے، اور صرف فروعی مسائل پر اکتفاء نہیں ہے بلکہ یہ ایسی تصنیف ہے جس کے سمندر میں غوطہ لگانے والا علمِ ظاہر و علمِ باطن دونوں علوم کی پہچان حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اسے اس میں کوئی دقت بھی پیش نہیں آتی، اس تصنیف کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ یہ سادہ پیرائے، آسان لفظوں اور دلائل کی نفاست سے مزین ہے"[1] شیخ ابو محمد گازرونی(م:758/1354)"احیاء" کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ:"اگر بالفرض دنیا سے تمام اسلامی علوم مٹ جائیں تو میں احیاء علوم الدین سے تمام علوم دوبارہ زندہ کر سکتا ہوں"[2]. اسی طرح علی بن ابو بکر عارف باللہ کا قول ہے کہ:"کوئی کافر اگر احیاء علوم الدین کی ورق گردانی کر لے تو وہ اسلام لے آئے کیونکہ اس تصنیف میں ایسے مخفی راز ہیں جو دلوں کو مقناطیس کی طرح کھینچتا ہے، آپ کے لفظوں ہیں: لو قلب أوراق الإحياء كافر لأسلم. ففيه سر خفي يجذب القلوب شبه المغناطيس"[3]

احیاء علوم الدین کو عوام و خواص میں قبولیت کا مقام حاصل ہے اور ہمیشہ سے دینی رہنمائی میں پیش پیش رہی ہے لیکن جہاں اس تصنیف کی تعریف اور اہمیت بیان کرنے میں علماء سرگرداں ہیں وہیں دوسرے علماء کی جانب سے اس تصنیف کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا ہے، جیسے تعریف اعلیٰ درجہ رہی ایسے ہی تنقید بھی خوب ہوتی رہی، اس پر نقد کے حوالے سے نظر کریں تو دیکھا گیا ہے کہ قدیم وجدید علماء کی طرف سے "احیاء علوم الدین" پر کئی اعتبار سے نقد ہے، بعض کے ہاں اس تصنیف میں سب سے بڑی خرابی اس کی کلامی مباحث ہیں اور بعض کے ہاں سب سے بڑی خرابی اس میں ایسا صوفیانہ کلام جو ظاہری شریعت کے منافی ہے اور بعض کے ہاں خرابی کی سب سے بڑی وجہ وہ باطل احادیث ہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ(م:728/ 1328)نے "احیاء" پر تنقید کی گفتگو کو چار چیزوں میں سمیٹا ہے، ان کا کہنا ہے: "وكلامه في "الإحياء" غالبه جيد، لكن فيه أربع مواد فاسدة: مادة فلسفية، ومادة كلامية، ومادة الترهات الصوفية، ومادة من الأحاديث الموضوعة".[4]

ان کا نقد اول اس بات پر ہے کہ اس تنقید میں فلاسفہ کے کافی زیادہ ایسے اقوال آ گئے ہیں جو روح اسلام سے بعید ہی نہیں بلکہ اس کے منافی ہیں۔ توحید نبوت اور معاد سے متعلق بھی فلاسفہ کے بیانات و خیالات شامل ہو گئے۔

دوسرا نقد یہ تھا کہ اس کتاب میں علم الکلام کے بعض اس طرح کے مباحث آ گئے جو قرآن و سنت کی روح کے بالکل مطابق نہیں۔

تیسرے اس میں یہ بھی نقد ہے کہ اس میں اہل تصوف کے متشددانہ و منحرفانہ اقوال اور مغالطے موجود ہیں۔

چوتھی تنقید کے لائق چیز یہ ہے کہ احیاء میں بہت سی ضعیف احادیث وآثار بلکہ موضوع درجے کی روایات بھی ہیں۔

احیاء علوم الدین کے متعلق اہلِ علم کی عبارات اور تبصروں کو دیکھیں تو اس تصنیف پر تنقید انہی چار امور کے گرد گھومتی نظر آتی ہے، جیسا کہ دیگر علماء نے لکھا مثلا: محمود مہدی استنابولی احیاء علوم الدین کے متعلق لکھتے ہیں: "امام غزالی کی "الاحیاء" بھی موضوع اور ضعیف حدیثوں سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو خاص مسئلہ توحید میں شریعت سے خروج پایا جاتا ہے۔ مگر بعض بشری امراض نفس کے علاج بارے ان کی علمی حیثیت کا اعتراف لازم ہے۔"[۵]

علامہ ابن قدامہ مقدسی (م: ۶۸۹ / ۱۲۹۰) احادیث احیاء علوم الدین بارے کہتے ہیں: "فاعلم أن في كتاب "الإحياء" آفات لا يعلمها إلا العلماء. وأقلها الأحاديث الباطلة الموضوعة والموقوفة، وقد جعلها مرفوعة، وإنما نقلها كما اقتراها لا أنه افتراها، ولا ينبغي التعبد بحديث موضوع، والاغترار بلفظ مصنوع"[۶]

ابن جوزی (م:597 / 1201) نے الاحیاء کی ایسی عبارات کو بھی تنقید کا ہدف بنایا ہے۔ جن میں امام غزالی نے قلبی امراض وغیرہ کے معالجہ کے حوالہ سے اور اصلاح باطن اور نفس کشی کے لئے صوفیاء کے بعض ایسے اقوال و واقعات کو نقل کر دیا ہے جو کسی طرح قابل تقلید نہیں ہیں۔ اور از روئے فقہ ان کا جواز ثابت ہونا بھی مشکل ہے۔

ابن جوزی کے لفظوں دیکھیں: ''أخذ في تصنيف كتاب «الإحياء» في القدس، ثم أتمه بدمشق إلا أنه وضعه على مذهب الصوفية، وترك فيه قانون الفقه، مثل أنه ذكر في محو الجاه، ومجاهدة النفس أن رجلا أراد محو جاهه فدخل الحمام فلبس ثياب غيره ثم لبس ثيابه فوقها، ثم خرج يمشي على مهل حتى لحقوه فأخذوها منه وسمي سارق الحمام. وذكر مثل هذا على سبيل التعليم للمريدين قبيح لأن الفقه يحكم بقبح هذا، فإنه متى كان للحمام حافظ وسرق سارق قطع، ثم لا يحل لمسلم أن يتعرض لأمر يأثم الناس به في حقه.... وقد جمعت أغلاط الكتاب وسميته «إعلام الإحياء بأغلاط الإحياء»وأشرت إلى بعض ذلك في كتابي المسمى «بتلبيس إبليس» ''

آگے چل کے "احیاء" کی احادیث کے متعلق مزید لکھتے ہیں: "احیاءعلوم الدین میں صحیح احادیث بہت کم ہیں جبکہ غیر صحیح اور موضوع احادیث کی کثرت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام غزالیؒ کو احادیث کی بہت کم معرفت حاصل تھی، بہتر ہوتا کہ امام غزالیؒ حدیث مبارکہ کے کسی عالم کو دکھا لیتے انہوں نے تو ایسے احادیث ذکر کی ہیں جیسے رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے کا والا کرتا ہے"[۲]

ان مذکورہ بالا عبارات و اقتباسات سے معلوم ہوا کہ احیاء علوم الدین پر نقد کلامی مباحث، صوفیانہ نظریات اور احادیثِ باطلہ کی وجہ سے ہے، "احیاء" کے مطالعے سے غزالی علیہ الرحمہ کے اسلوب کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ امام غزالی نے ہر ہر نظریہ اور مؤقف کی بنیاد نصوص پر رکھی، یہ نصوص قرآن پاک کی آیات مبارکہ بھی ہو سکتی ہیں، اَحادیث نبویہ بھی ہو سکتی ہیں اور سلف صالحین اور صحابہ کے اقوال بھی ہو سکتے ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ نصوص سے امام غزالی کے اجتہاد میں نقص ہو یا وہ اجتہاد مختلف فیہ ہو یا وہ نصوص اپنی جگہ صحیح نہ ہوں، بہر حال بنیاد نصوص ہی ہیں اور اس میں نصوص کی کثرت بھی پائی جاتی ہے، اور مذکورہ بالا ناقدین کی عبارات میں قدرِ مشترک تنقید اَحادیثِ نبویہ کے حوالہ سے ہے، پس اسی وجہ سے ہم نے اپنی تحقیق کا دائرہ نصوص یعنی اَحادیث نبویہ بنایا، آگے چل کر جائزہ میں بھی انھی ناقدین کا ذکر کیا جائے گا جن کی طرف سے نقد اَحادیث کے حوالہ سے ہے اور اَحادیث کی تخریج و تحقیق میں جن حضرات کی مساعی جمیلہ شامل ہے۔

احادیثِ الاحیاء کے نقاد

احیاء علوم الدین کی احادیث پر بنیادی اور تفصیل سے نقد دو حضرات یعنی حافظ عراقی، ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین (م: ۸۰۶ / ۱۴۰۳) اور ابن سبکی، تاج الدین (م: ۷۷۱ / ۱۳۶۹) کی جانب سے ہے، ان حضرات نے "احیاء" کی احادیث پر کلام از روئے نقد نہیں کیا بلکہ "احیاء" کی احادیث کی تخریج کی ہے، تخریجی عمل کے دوران جو احادیث ان کی نظر میں ضعیفہ، موضوعہ اور باطلہ ہیں ان احادیث کو بیان کرتے گیے اور وضاحت کرتے گیے کہ یہ وہ احادیث ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہیں اور امام غزالی کے علاوہ کسی اور نے یہ احادیث نقل نہیں کیں۔

مذکورہ بالا دونوں حضرات کا احادیث کے تخریجی عمل میں فرق ہے، علامہ ابن سبکی نے ایسی تمام احادیث کو الگ کر کے بیان کر دیا جن کی سند انہیں نہیں مل سکی باقی احادیث کا نہ مخرج بیان کیا نہ ان کی حیثیت بیان کی اور نہ ہی ان پر کوئی حکم لگایا۔ جبکہ حافظ عراقی کا تخریجی عمل بہت مدلل اور مفصل ہے انہوں نے ہر ہر حدیث کے مخرج کی طرف اشارہ کیا اور جہاں جہاں لفظوں کا فرق ہے وہ بھی بیان کیا اور جو لفظوں ثابت نہیں ان کی وضاحت کی اور جن احادیث کی کوئی اصل انہیں نہیں مل سکی ان احادیث کی نشاندہی بھی کر دی۔

حافظ عراقی کی جانب سے نقد کی نوعیت اور ان کا منہج

حافظ عراقی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احیاء علوم الدین کی أحادیث کی تخریج کی، جتنے علماء نے بھی ان سے پہلے احیاء کے حوالے سے کام کیا وہ یہ تھا کہ یا تو احیاء کی تہذیب کی مثلا اس میں سے بے اصل أحادیث نکال دیں یا صوفیہ کے نظریات باطلہ کو ذکر کیا جیسا کہ امام ابن الجوزی نے "منہاج القاصدین" میں کیا یا دیگر حوالوں سے بالخصوص باطل أحادیث پر تنقید کی جیسا کہ ابن جوزی نے اپنی مختلف تحاریر میں لکھا لیکن "مکمل طور پر تمام أحادیث کے مخرج و مصدر کی نشاندہی، اس کی سندوں کی حیثیت اور ہر ہر حدیث کا مرتبہ اس سے پہلے کسی اور نے اس طرح نہیں بیان کیا تھا۔"[۸]

بلکہ حافظ عراقی نے تو احیاء علوم الدین کی حدیثوں کی تخریج سے ہی اپنی تصنیفی حیات کا آغاز کیا۔ ، علامہ زبیدی علیہ الرحمہ (م:120/1791) اپنی شرح کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں:" قد اهتم بتخريج أحاديث الإحياء وأعانه على ذلك زميله الحافظ الزيلعي، وقال السخاوي في التحفة اللطيفة (۲/ ۵٦۱)كان قد لهج بتخريج أحاديث الإحياء وله من العمر نحو العشرين يعني سنة خمس وأربعين وسبعمائة ... وله تخريج الإحياء كبير ومتوسط وصغير، والصغير هو المتداول سماه: المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الأحياء من الأخبار"[۹]

یعنی بقول امام سخاوی(م: 902/1497) کے جب حافظ عراقی نے اس کام کا ارادہ کیا تو حافظ زیلعی (م:762/1360) نے ان کے ساتھ تعاون بھی کیا، اور جب وہ اس کام میں شروع ہوئے تب وہ محض بیس سال کے تھے یعنی چار سو پینتالیس ہجری میں اس کام کو شروع کیا۔ اور احیاء علوم الدین کی أحادیث کی تخریج میں آپ نے تین کتابیں لکھیں: التخریج الکبیر۔ التخریج الاوسط۔ التخریج الصغیر۔ یہ دراصل سلسلہ تھا اختصار کا یعنی پہلے التخریج الکبیر لکھی پھر اس کا اختصار التخریج الاوسط میں کیا پھر اسے مزید مختصر کیا باسم "التخریج الصغیر" اور اسی کا نام " المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار" رکھا۔ [۱۰]

اس تخریجی عمل میں حافظ عراقی کے کئے سال صرف ہوئے اس کے مسودے کی تکمیل ۷۵۱ھ میں ہوئی لیکن اس وقت بھی کئی احادیث کی تخریج مکمل نہ تھی چند حدیثیں ایسی باقی تھیں کہ جن کا مصدر یا رتبہ پتہ نہ چل سکا تھا چنانچہ ایسی احادیث کی تلاش جاری رکھی یہاں تک آپ ۷۶۰ھ میں اس کو مکمل کر پائے۔[۱۱]

ابن حجر (م:852/1449) نے حلب کی تاریخ کے حوالے سے ذکر کیا کہ اس مجموعے کا نام "اخبار الاحیاء باخبار الاحیاء" رکھا، [۱۲] اس مجموعے کی ضخامت بعض کے ہاں پانچ جلدیں اور بعض اہل علم کے نزدیک چار مجلدات ہیں، ابن فہد جو کہ حافظ عراقی کے تلمیذ کا خیال ہے کہ اس کی چار مجلدات تھیں۔[۱۳] اس کے برعکس سیوطی (م:911/1505) کی رائے میں یہ پانچ جلدوں میں تھی۔[۱۴] ڈاکٹر عبد الکریم احمد معبد کا کہنا ہے کہ کافی

عرصہ تک مذکورہ بالا مجموعے (التخریج الکبیر) کو تلاش کے باوجود کسی جگہ سے حاصل نہیں کیا جاسکا۔ اس مجموعے کا بس اس کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ یہ مفقود ہے۔ [۱۵]

اسی حوالہ سے علامہ زبیدی نے لکھا کہ ابن حجر حافظ عراقی کے شاگرد نے ان حدیثوں کی تخریج کی جو حافظ عراقی سے رہ گئی تھیں اس مجموعے کا نام تھا "تحفة الأحياء فيما فات من تخريج أحاديث الإحياء" مگر علامہ زبیدی کہتے ہیں کہ مجھے کہیں سے بھی یہ مجموعہ دستیاب نہ ہو سکا۔ [۱۶]

حافظ عراقی کا احیاء کی احادیث پر تخریج کا یہ کام ان کا پہلا تصنیفی کام تھا اور اس میں طوالت کا عنصر بھی شامل تھا کیوں کہ آپ نے اس کی تخریج میں تین کتابیں لکھیں: التخریج الصغیر۔ التخریج الاوسط۔ التخریج الکبیر۔ پھر مختصر کرتے کرتے "التخریج الصغیر" لکھی اور اسی کا نام " المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار" رکھا۔ [۱۷] اب چونکہ ہمارے سامنے یہی مذکورہ تصنیف ہے لہذا اسی بارے ہی ہم نقد کی نوعیتوں کو ذکر کر سکتے ہیں۔

"المغنی" کے مقدمہ میں حافظ عراقی رقمطراز ہیں: "میں نے حدیث مبارکہ کے اطراف کے ذکر کرنے پر، اس کے صحابی کے ذکر پر، اس کے مخرج کے ذکر پر اور اس کی صحت وضعف کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔" (المغنی عن حمل الاسفار ۱/۷)

مذکورہ بالا بیان تو مطلقا تخریج کے متعلق ہے یعنی حافظ عراقی نے صحیحین یا صحاح ستہ کی احادیث کی تخریج میں صرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اور مخرج کی طرف نسبت کرنے میں بعینہ لفظوں کا خیال نہیں کیا بلکہ بسا اوقات معنی و مفہوم کی وجہ سے بھی نسبت کر دی ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ احادیث کی تخریج کا منہج کیا ہے اور احادیث کس پائے کی ہیں۔ لیکن اس میں سے ہماری بحث میں وہ حصہ ہے جو نقد و تنقید کے دائرہ میں آتا ہے مثلا: ضعفِ شدید والی احادیث، موضوع، اطل اور بے اصل احادیث (ان کی نظر میں موضوع وغیرہ نہ کہ باعتبار حقیقت)

مطالعہ کے دوران ہم نے نقد کی جن نوعیتوں کو پہچانا اس کی تفصیل یہاں بیان کی جاتی ہے۔

(۱) حافظ عراقی کی تنقیدی کاوش میں ایسی تمام حدیثیں جو پہلے کسی اور نے نقل نہ کیں اور کسی دوسری کتاب میں ذکر نہیں، نہ سند کے ساتھ نہ ہی بلا سند تو حافظ عراقی ایسی تمام اَحادیث پر "لم اجد لہ اصل" یا اس سے ملتے جلتے لفظوں کے ذریعے حکم لگاتے ہیں، یہاں اس سلسلہ میں کچھ امثلہ درج کی جاتی ہیں:

مثال: امام غزالی نے حدیث بیان کی: " ما أتى قوم المنطق إلا منعوا العمل "[۱۸] حافظ عراقی علیہ الرحمہ کا حدیثِ مذکورہ پر حکم ہے "لم أجد له أصلا"

(۲) کبھی کبھی حافظ عراقی حکم بیان کرتے ہوئے استنادی حوالے سے یا مضمون حدیث کے حوالے سے کچھ اضافی بیان بھی پیش کر دیتے ہیں، مثلاً: حدیث " قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قليل من التوفيق خير من كثير من العلم. "[۱۹] یہاں حافظ عراقی نے حدیث کا درجہ بیان کرنے کے بعد لکھا کہ "لم أجد له أصلا ، وقد ذكره صاحب الفردوس من حديث أبي الدرداء وقال العقل بدل العلم ولم يخرجه ولده في مسنده". یعنی ایک بات تو یہ قابلِ توجہ ہے کہ مذکورہ حدیث کو صاحبِ فردوس نے اپنی کتاب (الفردوس بمأثور الخطاب) میں ذکر کیا اور وہاں لفظ علم کی جگہ لفظ عقل آیا ہے اور دوسری بات یہ کہ صاحبِ فردوس کے بیٹے نے اس حدیث کو اپنی مسند میں ذکر نہیں کیا۔

(۳) بعض جگہ حافظ عراقی بیان کرتے کہ "لم أر له أصلا" یعنی ان کی رائے میں اس حدیث کی کوئی اصل نہیں، مثلاً: حدیث " قد صح قول رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء فقيل ومن الغرباء قال الذين يصلحون ما أفسده الناس من سنتي والذين يحيون ما أماتوه من سنتي وفي خبر آخر: هم المتمسكون بما أنتم عليه اليوم "[۲۰] پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد اسی کے ساتھ تعلق جوڑتے ہوئے امام غزالی نے آخری جملہ جو بطور حدیث ذکر کیا اس کے بارے میں حافظ العراقی کا کہنا ہے کہ "میری رائے کے مطابق یہ حدیث ہی نہیں ہے۔"

(۴) تنقید کرنے کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ بے اصل احادیث پر حکم "ليس له أصلا" کے ساتھ حتمی فیصلہ سنا دیتے ہیں، مثلام: امام غزالی نے قدسی حدیث بیان کی: " قال الله تعالى إذا أردت أن أخرب الدنيا بدأت ببيتي فخربته ثم أخرب الدنيا على أثره "[۲۱]

(۵) ایک اور انداز یہ ہے کہ "لم أقف عليه" یا اس کے قریب قریب ایک اور عبارت "لم أقف له على أصل" کے حکم کے ساتھ درجہ حدیث واضح کرتے ہیں کہ وہ کہیں سے بھی اس حدیث کی اصل تلاش نہیں کر سکے، مثلاً:

"حدیث: قال عطاء إن رجلا سأل ابن عباس أكان رسول الله صلى الله عليه و سلم يمزح فقال نعم قال فما كان مزاحه قال كان مزاحه أنه صلى الله عليه و سلم كسا ذات يوم امرأة من نسائه ثوبا واسعا فقال لها البسيه واحمدي وجري منه ذيلا كذيل العروس "[۲۲]

دوسری مثال: حدیث "قال صلى الله عليه و سلم إن رجلا لم يعمل خيرا قط نظر إلى السماء فقال إن لي ربا يا رب فاغفر لي فقال الله عز و جل قد غفرت لك"[۲۳]

(۶) کبھی حافظ عراقی علیہ الرحمہ حدیث پر حکم "باطل لا أصل له" کے ساتھ بیان کرتے جیسا کہ ذیل حدیث میں:

حدیث ''قال صلی اللہ علیہ و سلم: یا أبا ھریرۃ أترید أن تکون رحمۃ اللہ علیك حیا ومیتا ومقبورا ومبعوثا قم من اللیل فصل وأنت ترید رضا ربك یا أبا ھریرۃ صل في زوایا بیتك یکن نور بیتك في السماء کنور الکواکب والنجم عند أھل الدنیا ''[۲۴]

مذکورہ بالا ساری امثلہ ان اَحادیث کی تھیں جن کے بارے میں حافظ عراقی کا خیال تھا کہ ایسے لفظوں کے ساتھ یا ایسے مضمون کے ساتھ ذخیرۂ حدیث میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی اور یہ تمام احادیث من گھڑت و موضوع کے درجہ میں ہیں۔

ان کے علاوہ احیاء علوم الدین میں ایسی احادیث کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کے متعلق حافظ عراقی کا مؤقف یہ ہے کہ بسیارِ کوشش مجھے اس حدیث کی اصل اور اس کا مأخذ نہیں مل سکا، چنانچہ اس جیسی احادیث پر حافظ عراقی کے نقد کا طرز یہ ہے کہ "لم اجدہ" یا اس سے ملتے جلتے لفظوں کے ساتھ حدیث کی حیثیت بیان کرتے ہیں۔ اس صورت میں جو جو لفظوں حافظ عراقی استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

''۱۔ لم اجد لہ اصلا بھذا السیاق۔ ۲۔ لم اجدہ بھذا اللفظ

۳۔ لم اجدہ ہکذا۔۔ ۴۔ لم اجدہ۔

۵۔ لم اجد لہ سندا۔ ۶۔ لم اظفر لہ بأسناد۔

۷۔ لم اجد لہ اسنادا۔

۸۔. ذکرہ صاحب الفردوس ولم سندہ ولدہ فی مسندہ.

۹۔ ذکرہ صاحب الفردوس ولم أجد لہ إسنادا

۱۰۔ لم ارہ بھذا اللفظ۔ ۱۱۔ لم اجدہ مرفوعا۔

۱۲۔ لم اقف علیہ۔

۱۳۔ لم اجدہ من حدیث فلاں۔ (مثلا: من حدیث ابن مسعود) ''

ذیل میں ان میں سے چند ایک صورتوں کی مثال کے ساتھ وضاحت کی جاتی ہے:

(۱) حدیث " قَالَ صَلَّی اللہ علیہ وسلم: أوحی اللہ عز وجل إلی إبراھیم علیہ السلام یا إبراھیم إني علیم أحب کل علیم "[۲۵] حافظ عراقی نے بدوں سند ہونے کی وجہ سے حدیث پر نقد کیا کہ اس حدیث کی سند میسر نہیں پس بیان کیا:

ذکر ابن عبد البر تعلیقا ولم أظفر لہ بإسناد.

(۲) امام غزالی علیہ الرحمہ نے ایک حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی:

حدیث: عن أبي ذر رضي اللہ عنہ "حضور مجلس عالم أفضل من صلاۃ ألف رکعۃ وعیادۃ ألف

مريض وشهود ألف جنازة فقيل يا رسول الله ومن قراءة القرآن فقال صلى الله عليه وسلم وهل ينفع القرآن إلا بالعلم " جس پر حافظ عراقی کا کہنا ہے کہ

اس حدیث کو ابن جوزی نے اپنی تصنیف " موضوعات " میں ذکر کیا اور انہوں نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے نقل کیا نہ کہ حضرت ابو ذر کے حوالے سے، حافظ عراقی کے لفظوں ہیں: "ذكره ابن الجوزي في الموضوعات من حديث عمر ولم أجده من طريق أبي ذر." [۲۶]

(۳) وہ صورت کہ جس میں امام غزالی نے جن لفظوں میں حدیث بیان کی حافظ عراقی کو ان لفظوں میں حدیث نہیں ملی البتہ لفظوں کے فرق یا مضمون کے فرق کے ساتھ وہ حدیث ذخیرۂ حدیث میں موجود ہے تو حدیث کا درجہ بیان کرنے کے ساتھ اس کی وضاحت کر دی، مثلاً: حدیث: قد قال صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رواحة في سجع من ثلاث كلمات "إياك والسجع يا ابن رواحة" کہ یہ قول حضرۃ عائشہ ہے آپ ﷺ کا فرمان نہیں ہے، لیکن یہ بات ہے کہ صحابہ کرام مسجع کلام سے بچتے تھے، حافظ عراقی کے الفاظ یہ ہیں: "لم أجده هكذا ـ ـ ـ ولأحمد وأبي علي وابن السني وأبي نعيم في كتاب الرياضة من حديث عائشة بإسناد صحيح أنها قالت للسائب إياك والسجع فإن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه كانوا لا يسجعون ولابن حبان واجتنب السجع وفي البخاري نحوه من قول ابن عباس" [۲۷]

(۴) بسا اوقات حافظ العراقی مطلقاً حکم لگاتے بنا کسی وضاحت کے، مثلاً:

حدیث: " في بعض الأخبار: إنكم في زمان ألهمتم فيه العمل وسيأتي قوم يلهمون الجدل"
اس حدیث کے بارے میں حافظ العراقی نے بیان کیا "لم أجده". [۲۸]

(۵) کبھی حافظ العراقی یہ کہنا چاہتے کہ امام غزالی نے جن لفظوں میں حدیث نقل کی ان لفظوں میں یہ حدیث ثابت نہیں ممکن ہے اس کے قریب قریب لفظوں میں یا یہ مضمون ثابت ہو، مثال کے طور پر:

حدیث: "قال صلى الله عليه وسلم: بنى الدين على النظافة " قول العراق: لم أجده هكذا [۲۹]
یعنی یہ الفاظ احادیث کے ذخیرہ میں ثابت نہیں۔

علامہ ابن سبکی کی جانب سے نقد کا اسلوب و منہج اور اسکی صورت و نوعیت

احیاء علوم الدین کی حدیثوں پر دوسرا اہم ترین اور بنیادی نقد علامہ تاج الدین السبکی کی جانب سے ہے، علامہ نے ان تمام حدیثوں کو جن کی سند انہیں حدیث کی متداول کتب میں نہیں مل سکی، جمع کیا اور اس مجموعے کا نام رکھا: " احادیث الاحیاء التی لا اصل لھا " اگرچہ یہ مستقل رسالہ ہے جو "احیاء" کی حدیثوں پر ہے لیکن اسے علامہ ابن سبکی نے اپنی تصنیف "طبقات الشافعیہ الکبری" میں ضم کر دیا اور اسے اس تصنیف کی چھٹی جلد کا ایک

حصہ بنادیا۔ یہ حصہ احیاء علوم الدین کی ان حدیثوں پر مشتمل ہے جن کی سند علامہ ابن سبکی کو نہیں مل سکیں، اور ایسی تمام اَحادیث کے متعلق ابن سبکی نے حکم بیان کیا "لم اجد لہ اسنادا" بعد میں یہ حصہ الگ مطبوع کر دیا گیا۔

ابن سبکی کے مجموعے میں تقریبا ایک ہزار احادیث ہیں (مکررات ملا کر) تتبع و تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کی نقد شدہ تمام اَحادیث حافظ عراقی کی بحث کے ضمن بھی آئیں ہیں، ان میں سے بہت سی اَحادیث ایسی ہیں جن بارے میں ابن سبکی کا قول تو "لم اجد له اسنادا" کا ہے جبکہ حافظ عراقی کا قول "لم اجده ہکذا" کا ہے، مثلا:

حدیث ''إن العبد لينشر له من الثناء ما يملأ ما بين المشرق والمغرب وما يزن عند الله جناح بعوضة''

قول العراقی: ''لم أجده هكذا ، ـــــ''[30]

قول ابن السبكي: لم أجد له إسناداً.[31]

اور ایسی احادیث بھی بکثرت ملتی ہیں جن کے بارے علامہ ابن سبکی کا کہنا ہے "لم اجد لہ اسنادا" جبکہ حافظ عراقی کی تخریج میں ان حدیثوں کی سند کی طرف وضاحت ہے اور حدیث کے مخرج کی بھی نشاندہی ہے، مثلا:

حدیث: فقد قال صلى الله عليه و سلم إذا تعلم الناس العلم وتركوا العمل وتحابوا بالألسن وتباغضوا بالقلوب وتقاطعوا في الأرحام لعنهم الله عند ذلك فأصمهم وأعمى أبصارهم۔

قول العراقی: أخرجه الطبراني من حديث سلمان بإسناد ضعيف.[32]

قول ابن السبكي: لم أجد له إسناداً.[33]

علامہ ابن سبکی کی فہرست میں ایسی احادیث بھی ہیں جو حافظ عراقی کی تخریج میں لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ ثابت ہیں، مثلا:

حدیث'' قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم: لا ينظر الله إلى صلاة لا يحضر الرجل فيها قلبه مع بدنه''

قول العراقی: ''لم أجده بهذا اللفظ وروى محمد بن نصر في كتاب الصلاة من رواية عثمان بن دهرش مرسلا " لا يقبل الله من عبد عملا حتى يشهد قلبه

مع بدنه "ورواه أبو منصور الديلمي في مسند الفردوس من حديث أبي بن كعب وإسناده ضعيف". [۳۴]

قول ابن السبكي: لم أجد له إسناداً. [۳۵]

مذکورہ بالا سطور میں تفصیل بیان ہوئی کہ احیاءعلوم الدین کی حدیثوں پر نقد کن حضرات کی جانب سے ہے، نقد کی نوعیت کیاہے اور نقد کا منہج کیاہے۔ اور اس امر کی بھی وضاحت ہوئی کہ حافظ عراقی کی تخریج مفصل ہے بنسبت علامہ ابن سبکی کی تخریج کے۔ اور اس امر کی بھی وضاحت ہوئی کہ علامہ ابن سبکی کی تخریج حافظ عراقی کی تخریج میں ضم شدہ ہے بلکہ اس میں سے بہت سی احادیث ایسی ہیں جو علامہ ابن سبکی کی نظر میں تو بے اصل ہیں لیکن حافظ عراقی نے ثابت کیا کہ یہ احادیث بے اصل نہیں بلکہ ان کی اصل موجود ہے، کسی جگہ تو سند کے ساتھ بعینہ لفظوں میں موجود ہے اور کسی جگہ لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ موجود ہے۔

کتبِ متون اور ذخیرۂ احادیث میں تحقیق و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ احیاءعلوم الدین کی وہ احادیث جن کے بے اصل ہونے میں حافظ عراقی اور علامہ ابن سبکی متفق ہیں ان حدیثوں میں سے بھی بہت سی احادیث ایسی ہیں جو دیگر کتبِ حدیث سے سند کے ساتھ ثابت ہیں یا لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ ثابت ہیں، ذیل میں ایسی احادیث کی کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

"احیاء" کی حدیث کے بعینہ لفظوں ثابت ہیں:

حدیث "لا يدخلن أحدكم الصلاة وهو مقطب ولا يصلين أحدكم وهو غضبان"

قول العراقی: لم اجده۔ [۳۶]

ابو طالب مکی نے بیان کیا: في الخبر لا يدخلن أحدكم الصلاة وهو مغضب ولا يصلّين أحدكم وهو غضبان۔ [۳۷]

بعینہ لفظوں میں "احیاء" کی حدیث ابو طالب مکی نے اپنی تصنیف قوت القلوب میں نقل کی ہے۔ اور اس حدیث کا معنی بھی صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے، پس امام مسلم نے اپنی سند سے بیان کیا لا صلاة بحضرة الطعام ولا هو يدافعه الأخبثان۔ [۳۸]

"احیاء" کی حدیث لفظوں کے کچھ فرق سے ثابت ہے:

حدیث "قد قال صلى الله عليه وسلم: إذا قام العبد إلى صلاته فكان هواه ووجهه وقلبه إلى الله عز وجل انصرف كيوم ولدته أمه"

قول العراقی: لم أجده.[۳۹]

وقول ابن السبكي: لم أجد له إسناداً.[۴۰]

اس حدیث میں وارد مضمون کہ "جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اس کی خواہش بھی اور توجہ بھی اللہ ہی کی طرف ہوتی ہے تو جب وہ واپس لوٹتا ہے تو اس دن کی طرح ہوتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا"۔ یہ مضمون لفظوں کے فرق کے ساتھ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے، پس امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت عمرو بن عنبسہؓ کی طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں آپ ﷺ نے وضو کا طریقہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''فإن هو قام فصلى فحمد الله وأثنى عليه ومجده بالذي هو له أهل وفرغ قلبه لله إلا انصرف من خطيئته كهيئته يوم ولدته أمه''[۴۱]

"احیاء" کی حدیث سند کے ساتھ ثابت ہے:

حدیث '' ومنه قوله صلى الله عليه و سلم إن المسجد لينزوي من النخامة كما تنزوي الجلدة على النار ''

قولِ عراقی: لم أجد له أصلا.[۴۲]

مندرجہ بالا حدیث سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں نقل کی ہے، حدیث کے لفظوں ہیں: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: نا مِسْعَرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُنْقِذٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِنَّ الْمَسْجِدَ لَيَنْزَوِي مِنَ الْمُخَاطِ، أَوِ النُّخَامَةِ، كَمَا تَنْزَوِي الْجِلْدَةُ فِي النَّارِ»[۴۳]

"احیاء" کی حدیث کا مضمون ثابت ہے:

حدیث " قال صلى الله عليه و سلم: إن أكثر الناس أمانا يوم القيامة أكثرهم فكرا في الدنيا وأكثر الناس ضحكا في الآخرة أكثرهم بكاء في الدنيا وأشد الناس فرحا في الآخرة أطولهم حزنا في الدنيا "

قولِ عراقی: لم أجد له أصلا.[۴۴]

قولِ ابن سبکی: لم أجد له إسناداً.[۴۵]

اوپر درج حدیث میں یہ بات بیان کی گئی کہ "جو لوگ دنیا میں خوش ہوں گے اور ہنسنے والے ہوں گے وہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ رونے والے اور فکر مند ہوں گے اور دنیا میں جو لوگ زیادہ تر روتے ہوں گے اور فکر مند رہتے ہوں گے، آخرت میں وہ لوگ خوش ہوں گے اور مطمئن ہوں گے"۔ یہ مضمون صحیح ابن حبان کی حدیث سے ثابت ہے جس کے الفاظ مختلف ہیں لیکن مضمون یہی ہے، صحیح ابن حبان کی حدیث ملاحظہ ہو: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ جَلَّ وَعَلَا، قَالَ: «وَعِزَّتِي لَا أَجْمَعُ عَلَى

عَبْدِي خَوْفَيْنِ وَأَمْنَيْنِ، إِذَا خَافَنِي فِي الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِذَا أَمِنَنِي فِي الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»''۔[۴۶]

خلاصہ بحث

احیاءعلوم الدین کی حدیثوں پر نقد کی تفصیل، نقد کی نوعیت اور اس کے ناقدین کے منہج ذکر کرنے کے بعد اس امر کی وضاحت کی گئی کہ احیاء علوم الدین کی حدیثوں پر نقد اس نوعیت کا نہیں ہے جس شدت کے ساتھ اس کی حدیثوں کے متعلق موضوعہ و باطلہ کا حکم لگایا جاتا ہے، کیونکہ اکثر احادیث تو ایسی ہیں جو سند کے ساتھ بعینہ لفظوں میں ثابت ہیں یا لفظوں ثابت ہیں یا ان کا مضمون ثابت ہے، بہت کم احادیث ایسی ہیں جن کی کوئی اصل دیگر کتبِ متون و نصوص سے نہیں ملتی اور "القلیل کالمعدم "کا کلیہ سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ احیاء علوم الدین میں احادیثِ موضوعہ و باطلہ کی کثرت ہے۔

وہ احادیث جن کی نہ سند ملتی ہے نہ لفظوں میں ثابت ہیں اور نہ ہی ان کا معنی دیگر نصوص سے مؤید ہے ایسی تمام احادیث وہ ہیں جو خاص تناظر کی ہیں شریعتِ اسلامیہ کے احکام کے متعلق نہیں ہیں عمومی امور اور مسلم و طے شدہ معاملات کے متعلق نہیں ہیں بلکہ فضائل کی احادیث ہیں جیسے: شبِ جمعہ کی نفل نماز کی فضیلت میں، ہفتہ کے دن کسی خاص وقت میں نفل نماز کی فضیلت میں یا شعبان اور رجب میں خاص اوقات میں نفل نماز کے متعلق جو احادیث وارد ہیں اس طرح کی احادیث ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خير طعمه حبي، كتاب تعريف الإحياء بفضائل الإحياء، الناشر: كوئٹه۔ مكتبة رشيديه، فصل في من أثنى على الإحياء من العلماء، ص:۸

۲۔ مصدر سابق، ص:۹

۳۔ مصدر سابق

۴۔ أبو الطيب محمد صدیق خان بن حسن، (م:۱۳۰۷ھ) التاج المكلل من جواهر مآثر الطراز الآخر والأول، الناشر: قطر۔ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، طبع:۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷م، ص: ۵۰۳

۵۔ ابن تيميه بطل الاصلاح الدينى مصنفه استاذ محمود مهدى (ص ۲۵۳)

۶۔ ابن قَدامَة المَقْدِسي الشَّيخ أَحمَد بن عبد الرحّمن (م ۶۸۹ھ) مختصر منهاج القاصدين: الناشر: دمشق۔ مكتبة دار البيان، طبع: ۱۳۹۸ھ۔ ۱۹۷۸م، ص:۱۱

۷۔ ابن الجوزي، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي (م۵۹۷ھ) المنتظم في تاريخ الملوك والأمم : الناشر : بيروت۔ دار الكتب العلمية ، طبع:۱۴۱۲ھ۔ - ۱۹۹۲ م،۱۷/ ۱۲۶۔۱۲۵

۸۔ ملاحظہ ہو: احمد معبد عبد الكريم ، الحافظ العراقي و أثره في السنة (مقاله برائے دكتوراه) الناشر :أضواء السلف، طبع: ۱۴۲۵ھ، ص:۱۳۰۰

۹۔ الزبيدی، اتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين، الناشر :بيروت۔ مؤسسة التاريخ العربي، طبع: ۱۴۱۴ھ۔ ۱۹۹۴م،۱|۴۰

۱۰۔ الدكتور، احمد معبد عبد الكريم، الحافظ العراقي و أثره في السنة (مقاله برائے دكتوراه)، ص:۱۳۰۰

۱۱۔ عراقی، زین الدین،(م:806) المغنی عن حمل الاسفار ، الناشر : بیروت۔ دار ابن حزم، طبع: ۱۴۲۶ھ۔ - ۲۰۰۵ م مقدمۃ ،۱/ ۸

۱۲۔ ابن حجر ، العسقلاني، أحمد بن علي(م:852)الناشر :بیروت۔ دار الكتب العلمية ، حاشية، طبع: ۱۴۱۳ ھ۔ - ۱۹۹۲ م،۱|۱۷۷

۱۳۔ ابن فھد، محمد بن محمد بن محمد (م:871) لحظ الالحظ، الناشر :بیروت۔ دار الكتب العلمية ، طبع:۱۴۱۹ھ۔ - ۱۹۹۸م، ص:229

۱۴۔ ذیول تذکرہ الحفاظ، ص:۳۷۰

۱۵ ۔ احمد معبد عبد الکریم، الحافظ العراقي و أثره في السنة (مقاله برائے دكتوراه) ، أضواء السلف، ۱۴۲۵ھ، ص:۱۳۰۷

۱۶ ۔ ذكره الزَّبيدي ۱/ ۱۴۱وانظر مقدمة التعليق ،۱/ ۱۹۳

۱۷۔ احمد معبد عبد الکریم، الحافظ العراقي و أثره في السنة (مقاله برائے دكتوراه)ص:۱۳۰۰

۱۸۔ الغزالی، أبو حامد، محمد بن محمد (م۵۰۵ھ)إحياء علوم الدين: الناشر :بیروت۔ دار المعرفة، طبع: ۱۳۵۷ص: ۱/ ۴۱

نوٹ: حافظ عراقی کی تصنیف" المغنی عن حمل الاسفار "چوں کہ احیاءعلوم الدین کے حاشیہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے الگ سے مطبوع نہیں ہے اس لیے ہم احیاءعلوم الدین کا ہی حوالہ دے رہیں۔

۱۹۔ إحياء علوم الدين: کتاب العلم ،۱/ ۳۱

۲۰۔ إحياء علوم الدين: کتاب العلم، ،۱/ ۳۸

۲۱۔ إحياء علوم الدين: کتاب أسرار الحج، ۱/ ۲۴۳

۲۲۔ إحياء علوم الدين: کتاب آفات اللسان، ۳/ ۱۲۹

۲۳۔ إحياء علوم الدين: کتاب الأذکار، ۱/ ۳۱۲

۲۴۔ إحياء علوم الدين: كتاب ترتيب الأوراد، ۱/ ۳۵۳
۲۵۔ غزالي، محمد بن محمد، إحياء علوم الدين، كتاب العلم، ۱/ ۶، :الناشر :بيروت-دار المعرفة.
۲۶۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم،، ۱/ ۹
۲۷۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم، بيان ما يدل من ألفاظ العلوم، ۱/ ۳۵
۲۸۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم، بيان القدر المحمود من العلوم المحمودة. ۱/ ۴۱
۲۹۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم،، ۱/ ۴۹
۳۰۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم، ۱/ ۶۲
۳۱۔ طبقات الشافعية . ۶/ ۲۸۹
۳۲۔ إحياء علوم الدين، كتاب العلم، ۱/ ۴۷
۳۳۔ طبقات الشافعية ،۶/ ۲۸۹
۳۴۔ إحياء علوم الدين، كتاب اسرار الصلاة ۱/ ۱۵۰۔
۳۵۔ طبقات الشافعية ،۶/ ۲۹۴
۳۶۔ إحياء علوم الدين، ۱/ ۱۵۷
۳۷۔ أبو طالب المكي، الحارثي، محمد بن علي بن عطية (م۳۸۶ھ) قوت القلوب: الناشر :بيروت۔ دار الكتب العلمية، طبع: ۱۴۲۶ ھ-۲۰۰۵ م، ۲/ 160
۳۸۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري(م:261) صحيح مسلم، الناشر :بيروت۔ دار إحياء التراث العربي، حديث:560، ۱/ ۳۹۳
۳۹۔ إحياء علوم الدين، ۱/ ۱۶۶
۴۰۔ طبقات الشافعية، ۶/ ۲۹۴
۴۱۔ صحيح مسلم، حديث: ۸۳۲، ۱/ ۵۶۹
۴۲۔ إحياء علوم الدين: كتاب قواعد العقائد، ۱/ ۱۰۲
۴۳۔ أبو بكر بن أبي شيبة، المتوفى: ۲۳۵ھ، مصنف ابن أبي شيبة: الناشر :الرياض مكتبة الرشد، حديث: ۷۴۷۱، ۲/ ۱۴۴
۴۴۔ إحياء علوم الدين: كتاب العلم ،الباب السادس في آفات العلم وبيان علامات علما الآخرة والعلماء السوء، ۱/ ۷۶
۴۵۔ طبقات الشافعية الكبرى، ۶/ ۲۹۰
۴۶۔ صحيح ابن حبان، مخرجا: كتاب الرقائق ، حديث: ۶۴۰، ۲/ ۴۰۶